ناموس رسالت اور آزادیٔ اظہار رائے: عالمی قوانین اور اسلامی حدود کے تناظر میں ایک جائزہ

The Sanctity of Prophethood and The Freedom of Expression: An Analysis in View of International laws & Islamic Lemitations

عطاء الرحمان[I] ڈاکٹر ہمایون عباس شمس[II]

Abstract:

Freedom of expression is considered as one of the basic rights of humanity. It means to express one's opinions without fear of being punished or penalized. In current era, this concept is either being misused or its implementation is biased. For example, now a days, discussion about Holocaust is banned while the expression of blasphemous ideas about Islam is dealt under the concept of freedom of speech. Almost all the religions and national or international charters of human rights, consider the expression of blasphemous ideas as crime or act being penalized. In this way a conflict is created whether the freedom of expression means to express ideas without any blasphemous limitations or not? In this article a discussion has been made about the limitations of freedom of expression in accordance with the acts of blasphemy law. Furthermore arguments have been authenticated in the light of Islamic Jurisprudence, legislation of different countries and UNO charter of human rights.

Key Words: The Sanctity of Prophethood, Freedom of Expression, International laws, Islamic Jurisprudence, UNO Charter

تمہید

خالق کائنات نے انسان کو اس دنیا میں بسانے کے بعد ان کی رہنمائی کے لیے انبیاء کرام کو مبعوث کیا، تاکہ عالم انسانی اپنے خالق سے تعلق اور ربط کو استوار رکھ سکے۔ انبیاء کرام کی تعلیمات کا مقصد انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود میں رہتے ہوئے اپنی زندگیوں کو گزارنے کی تعلیم دینا تھا، تاکہ خالق کائنات کے سامنے جوابدہی آسان ہو سکے۔ ان انبیاء کرام

I پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، قرطبہ یونیورسٹی، پشاور

II پروفیسر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

کو منصب نبوت کے حامل ہونے کی وجہ سے دیگر انسانوں سے ایک امتیازی مقام حاصل ہوا، جس کا تقاضا یہ تھا کہ ان کی عظمت شان اور مقام و مرتبہ کا تعین اللہ تعالیٰ کے بتائے گئے فرامین کی روشنی میں طے کیا جائے۔ ان کی شان میں گستاخی کرنے والے افراد کے بارے میں فیصلہ بھی انہی کی فرامین کی روسے کیا جائے، نیز انبیاء کرام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی سزا عام انسانوں کی توہین و تنقیص سے الگ نوعیت کی ہو۔ مسئلہ توہین رسالت کا ابتدائی نکتہ یہی ہے۔

عصر حاضر میں توہینِ رسالت ﷺ کے لیے آزادیٔ اظہار اور بنیادی حقوق کے تحفظ کے خوشنما نعروں کو ڈھال کے طور پر استعمال کر کے مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کا گھناؤنا کھیل انتہائی چالاکی سے کھیلا جا رہا ہے۔ سیکولرازم کے علمبردار توہین رسالت ﷺ کے ارتکاب پر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں، لیکن مسلمانوں کی طرف سے رد عمل کو انتہاء پسندی اور مذہبی دہشت گردی کے کریہہ القابات سے نوازتے ہیں جو ان کے منافقانہ طرز عمل کی نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف نعمتوں سے نوازا ہے۔ آنکھوں کی بینائی سے نوازا ہے، جس کے ذریعے انسان دیکھتا ہے، بلکہ نقصان دہ چیزوں سے اپنا بچاؤ کرنے کے علاوہ اچھے، برے، دوست اور دشمن کی پہچان اسی نعمت کی بدولت ممکن ہے۔ قوت سماعت، قوتِ شامہ، اور قوتِ لمس ان گنت امور میں معاونت فراہم کرتے ہیں۔ ان سب سے بڑھ کر دولت عقل ہے۔ جس کے ترازو میں افکار و نظریات اور اعمال و افعال کو تول کر بری یا بھلی راہ کا تعین کیا جاتا ہے، لیکن ان سب کی حدود متعین ہیں۔ جن سے آگے ان کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ انسانی حواس سے حاصل ہونے والے محدود علم ان حدود کی دیواروں سے ٹکرا کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے آگے کی منازل طے کرنے کے لیے وحی کا دروازہ ہوتا ہے جو عالم علوی و سفلی کے رازوں تک رسائی مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ حیات فانی اور حیات جاودانی کا فلسفہ پیش کر کے ایک جامع اور کامل نظام حیات پیش کرتا ہے جو اصطلاح عام میں "مذہب" کہلاتا ہے۔

انسان فطری طور پر مدنی الطبع اور مہذب شہری ہے۔ تو یہ کام دوسرے لوگوں کے ساتھ جمع ہونے، رہنے سہنے اور بود و باش اختیار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی ایسی شرع، قانون اور اصول ہوں جن کے ساتھ لوگ عدل و انصاف قائم کریں، ورنہ ظلم و بربریت کا دور دورہ ہوگا، جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون ہوگا، ان کی زندگی وحشیوں کے مشابہ ہوگی، تو اس اصول اور قانون کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر حقدار کے حق کو افراط و تفریط کے بغیر محفوظ رکھے۔ ایسا مکمل اصول اور قانون سوائے انبیاء اور رسل کے کوئی اور نہیں لا سکتا۔ انسان بنیادی طور پر امن و آمان اور اطمینان نفس کا محتاج

ہوتا ہے، اور اسے حقیقی سعادت و کامیابی کے اسباب کی راہ دکھائی جائے تو انبیاء اور رسل وہی راہ دکھاتے ہیں۔

انبیاء علیہ السلام صورتحال کے موافق لوگوں کی سیاسی اور اجتماعی رہبری کو سنبھالتے ہیں اور یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایک سماج کے لیے معصوم رہبر کا ہونا عظیم نعمتوں میں سے ہے، اس لیے کہ اس کے ذریعہ سماج کی بہت سی مشکلات کو روک دیا جاتا ہے اور سماجی اختلاف، گمراہی اور کج روی سے نجات پایا جاتا ہے اور کمال کی جانب گامزن ہو جاتا ہے۔

بعثتِ انبیاء کی ضرورت قرآن کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً انبیاء مبعوث فرمائے تاکہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں اگر وہ اس کی اطاعت کریں گے تو انہیں ان نعمتوں کی خوشخبری دیں اور نافرمانی کرنے کی صورت میں ہیشگی والے عذاب سے ڈرائیں اور پہلی امتوں کو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کے سبب سے ان پر دنیا میں جو عذاب نازل ہوا اور سزا دی گئی اس کے قصے اور خبریں سنائیں۔ جو اعمال دنیا اور آخرت میں نفع بخش اور نقصان دہ ہیں ان کے درمیان تمیز بیان کریں۔ ایمان، توحید، عدل وانصاف، احسان، غریبوں کی مدد، بے کسوں کو سہارا دینا، اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر رضامندی، والدین کے ساتھ حسن سلوک، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی، عفت و پاکدامنی، پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے وغیرہ اچھے اعمال کو اختیار کرنے کی تعلیم دیں، تاکہ بنی نوع انسان ابدی سعادتوں سے مالامال ہو جائے۔

انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان اللہ تعالیٰ کے احکامات میں واسطے اور بندوں کے درمیان سفیر ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو مخلوق تک پہنچائے اور مخلوق کا رشتہ خالق کے ساتھ جوڑ دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا[1]

" (اے محمد ﷺ) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان سے پچھلے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ اور ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف بھی ہم نے وحی بھیجی تھی اور داؤد کو ہم نے زبور بھی عنایت کی تھی۔"

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا[2]

"اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات ہم تم سے پیشتر بیان کر چکے ہیں اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات تم سے بیان

نہیں کیے۔ اور موسیٰ سے تو خدا نے باتیں بھی کیں۔"

رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا[3]

"(سب) پیغمبروں کو (خدا نے) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو خدا پر الزام کا موقع نہ رہے اور خدا غالب حکمت والا ہے۔"

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات مخلوق کو پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے، ان سب میں خاتم الرسل اور انبیاء کے سردار محمد ﷺ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کیا اور بندوں پر ان کی محبت و توقیر اور ان کی اطاعت واتباع اور ان کی مدد اور ان کے حقوق ادا کرنا فرض قرار دیا۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ[4]

"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔"

قرآن کریم میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ[5]

"ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔"

اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کی عظمت کے بارے میں قرآن کریم میں جابجا گواہی دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ روئے زمین کے ہر ہر کونے میں ہر وقت، ہر لمحہ آپ ﷺ کا مبارک ذکر ہوتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی معبودیت کے ساتھ ساتھ محمد ﷺ کی منصبِ رسالت کی بھی بیان کی جاتی ہے اور اس کی گواہی دی جاتی ہے۔ جہاں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ محمد ﷺ پر ایمان لانا بھی شرط اور لازم ہے، تو پھر مسلمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اطاعتِ رسول بھی ضروری ہے۔ آپ ﷺ کے رفع ذکر کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دشمنوں کا نام روئے زمین سے مٹا ڈالنے کا بھی اہتمام فرمایا ہے:

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ[6]

"بے شک آپ ﷺ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔"

مشرکین مکہ کے سرداروں کو ملعون کہہ کر پکارا جاتا ہے، مسلمانوں کو آپ ﷺ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور دیگر

امور میں آداب کی رعایت رکھنے کی تلقین کی گئی ہے، ان کے حکم اور اجازت کے بغیر ان کی مجلس سے جانے اور بلا ضرورت ان کے پاس بیٹھ کر ان کو اذیت دینے سے احتراز کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے زیادہ دیر تک بیٹھنے کی وجہ سے آپ ﷺ کو تکلیف ہو، اسی طرح آپ کی عظمت کے پیش نظر عام لوگوں کی طرح غیر مہذب اور عامیانہ نام سے آپ ﷺ کو پکارنے سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا[7]

"اپنے درمیان رسول کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا[8]

"جو لوگ ستاتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار رکھا ہے۔"

آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے انسانوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق والے انبیاء ہوتے ہیں اور انبیاء میں سب سے زیادہ قرب الٰہی آپ ﷺ کو حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ قرآن پاک میں آپ ﷺ کی مدح سرائی کی ہے، کبھی رحمۃ للعالمین کے وصف سے نوازا ہے تو کبھی خلق عظیم کا خطاب ملتا ہے، جیسے کہ ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا[9]

"ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

آپ ﷺ تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے ہیں، چاہے جس رنگ کا ہو، جس زبان کا ہو اور جس علاقے کا ہو، اسی طرح ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ [10]

"ہم نے تمہیں سارے جہانوں کے لیے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

آپ ﷺ صرف اس دنیا کے لیے رحمت نہیں، بلکہ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عام ہے وہ صرف انسانوں کا پالنے والا نہیں، بلکہ دنیا جہاں میں موجود تمام چیزوں کا رب اور پالنے والا ہے۔ اسی طرح

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول کی رحمت بھی عام ہے۔ آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں ارشاد ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ[11]

"اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اخلاق خود قرآن پاک کی عملی تشریح تھی اور قرآن کریم جن اعلیٰ اعمال واخلاق کی تعلیم دیتے ہیں، آپ ﷺ ان سب کا عملی نمونہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد مکارم اخلاق کی تکمیل بھی ہے، روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لم يكن النبي فاحشا ولا متفحشا[12]

"رسول اللہ ﷺ کو نہ فحش گوئی کی عادت تھی اور نہ ہی آپ فحش گوئی کرتے تھے۔"

نبی کریم ﷺ نے بدزبانی، گالم گلوچ اور لعن طعن وغیرہ سے سختی سے منع فرمایا اور ایسے شخص کو امت سے خارج بتایا، جب کہ خود ناراضگی کے اظہار کی صورت میں "رغم انفک" یعنی تمہاری ناک خون آلود ہو، وغیرہ الفاظ استعمال فرماتے تھے، جس میں اظہار خفگی کے ساتھ بدگوئی کا عنصر نہ پایا جائے۔ آپ ﷺ خود بھی اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھے اور امت کو بھی اخلاق کی تعلیم دی، جو اس روایت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے جس میں ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا، لوگ اس کی طرف روکنے کے لیے بڑھے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اس کو پیشاب کرنے سے نہ روکو، پھر ایک ڈول پانی منگوایا اور اس پر بہایا[13]۔"

اس سے اخلاق نبویہ کے انداز اور خلقِ خدا سے بات چیت کے آداب واسلوب معلوم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اخلاق نبویہ، اوصاف حمیدہ اور حسن سلوک سے متاثر ہو کر غیر مسلم بھی اسلام قبول کیا کرتے تھے۔ لوگوں کی بداخلاقی اور بدسلوکی کے رد عمل میں آپ ﷺ کا صبر و تحمل اور خوش اخلاقی سے جواب دینا لاجواب وبے مثال تھا۔

"ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے، راستے میں ایک دیہاتی ملا جس نے آپ کی چادر کو پکڑ کی اتنے زور سے اپنی طرف کھینچا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے سینہ کے قریب ہوگئے اور اس چادر کے کنارے کی وجہ سے آپ ﷺ کی گردن مبارک پر نشان پڑ گئے اور اس دیہاتی نے آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ تمہارے پاس خدا کا مال ہے، اس میں سے مجھ کو کچھ دے دیں، آپ ﷺ نے اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور اس کو کچھ دینے کا حکم دیا[14]۔"

آپ ﷺ کے یہ اخلاق حسنہ اور اعلیٰ اوصاف ہمارے لیے زندگی گزارنے کے لیے قابل تقلید ہیں ۔ زندگی کے تمام شعبوں

اور پہلوؤں میں آپ ﷺ کی سیرت ایک مکمل اسوہ حسنہ ہے۔ آپ پوری انسانیت کے محسن اعظم ہیں۔ آپ خود فرماتے ہیں:

"میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور ہدیہ اور تحفہ پوری انسانیت کو دیا گیا ہوں[15]۔"

نبی کریم ﷺ کی زندگی ہر ایک کے لیے نمونہ ہے، چاہے امیر ہو یا غریب، استاد ہو یا شاگرد، نوجوان ہو یا بوڑھا، بچہ یا ادھیڑ عمر، شوہر ہو یا باپ، فاتح یا مفتوح، غالب ہو یا مغلوب، بادشاہ ہو یا رعایا، امام ہو یا مقتدی، پیر ہو یا مرید، آقا ہو یا غلام، میاں ہو یا بیوی، باپ یا بیٹا۔ بہر حال نبی کریم ﷺ کی زندگی ہر ایک کے لیے ایسا نمونہ ہے کہ جس پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کر کے دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل کر سکتا ہے۔ امت نے جب تک نبی کریم ﷺ کو اپنا آئیڈیل بنائے رکھا۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا، تو عروج کی منازل کو طے کرتی گئی اور جب آپ ﷺ کی سنت سے اعراض کیا تو انحطاط سے دوچار ہو گئی۔

عصر حاضر اور سنن نبویہ ﷺ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور اسلاف کی تاریخ کی اگر ورق گردانی کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کامیابی کا راز سنت نبوی اور اسوہ نبوی کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو تمام گمراہ لوگوں کی پیروی سے نکال کر نبی کریم ﷺ کی مکمل اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر کوئی صاحب ثروت اور مالدار ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں سے کچھ عطا فرمایا ہے تو اسے آپ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیئے، آپ ﷺ نے بعثت سے پہلے حجاز اور شام کے درمیان تجارت کی اور اسی طرح ایک وقت تھا کہ جس میں آپ بحرین کے خزانوں کے مالک بن گئے۔ آپ ﷺ نے تجارت میں نہ کسی کو دھوکہ دیا، نہ کسی سے جھوٹ بولا اور نہ حرام کمائی کے قریب گئے، نہ کبھی وعدہ شکنی کی اور نہ کبھی شریک کے ساتھ خیانت کی، گویا نبی کریم ﷺ کی زندگی ہر مسلمان تاجر اور مالدار کے لیے قابل تقلید ہے۔

اگر کوئی تہی دست و دامن ہے تو نبی کریم ﷺ کی زندگی کے ان ایام کا مطالعہ کرے جن میں آپ ﷺ شعب ابی طالب میں محصور کر دیے گئے تھے اور ان ایام کا بھی مطالعہ کرنا چاہیئے جن کو آپ نے مدینہ آکر گزارا۔ ایسے سخت حالات آئے کہ اکثر فاقہ کی نوبت آجاتی، پیٹ پر پتھر باندھنا پڑتا تھا، مگر پھر بھی آپ ﷺ کسی کے سامنے ہاتھ دراز نہ فرماتے تھے، بلکہ صبر و برداشت کا دامن تھامے رکھا تھا۔ لہٰذا غریبوں کے لیے بھی نبی کریم ﷺ کی زندگی قابل تقلید ہے۔ اگر کوئی بادشاہ ہے تو نبی کریم ﷺ کی زندگی کے ان ایام کا مطالعہ کرے جن میں آپ پورے جزیرہ العرب

کے حکمران تھے۔ آپ نے کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا، نہ کسی سے مال ظلماً لیا اور نہ کسی کو ظلماً قتل کیا، بلکہ آپ ﷺ نے بے شمار اپنے جانی دشمنوں کو معاف کر دیا صرف معاف ہی نہیں، بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ بھی فرمایا۔

اگر کوئی کسی ملک میں رعایا کی حیثیت سے رہتا ہے تو نبی کریم ﷺ کی زندگی کے ان ایام کا جن کو آپ نے مکہ میں گزارے ہیں ان کا مطالعہ کرنا چاہیئے، نہ کبھی چوری ڈکیتی کی، نہ کسی کو ستایا اور تنگ کیا، بلکہ ظالموں کے ظلم پر صبر کرتے رہے اور یتیموں، مسکینوں اور ضعیفوں کی مدد فرماتے تھے۔ بعثت سے پہلے بھی لوگ آپ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رعایا کے لیے بھی نبی کریم ﷺ کی زندگی قابل تقلید ہے۔ کوئی استاد یا شاگرد ہے تو ان کے لیے بھی نبی کریم ﷺ کی زندگی میں نمونہ ہے، معلم اور متعلم کے لیے نبی کریم ﷺ کے ان ایام کا مطالعہ کرنا چاہیئے جب آپ مکہ میں دار ارقم میں اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد مسجد نبوی اور صفہ کے چبوترے پر صحابہ کو دین سکھاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں مختلف خصوصیات کے حامل انسان پیدا کیے ہیں۔ کوئی شوہر ہونے کے اعتبار سے آئیڈیل ہوتا ہے، مگر بچوں کا والد اور مربی ہونے کے اعتبار سے کمزور ہوتا ہے۔ کوئی مسندِ درس کا بے تاج بادشاہ ہے، مگر میدان خطابت کا شہسوار ثابت نہیں ہوتا۔ کسی کا دماغ تجارت کی دنیا میں چلتا ہے، مگر گھریلوں زندگی میں اسے ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کوئی ایوانِ عدل میں حاضر جواب وکیل ہوتا ہے، مگر اخلاقی بیماروں کا مرتکب ہوتا ہے۔ کوئی میدان جنگ میں بین الاقوامی فاتحین کی صف میں شامل ہوتا ہے۔ لیکن اگر کبھی اسے شکست کا سامنا کرنا پڑے تو اس کا تحمل نہیں کر سکتا اور اس کی دھجیاں بکھر جاتی ہیں۔ کوئی سیاست میں ماہر ہوتا ہے تو معاشیات سے ناواقف ہوتا ہے، کوئی سماجی مسائل اور رفاہی کاموں میں ماہر ہوتا ہے، لیکن عالمی سیاست سے بے خبر ہوتا ہے۔ کوئی صورت کا شہزادہ ہوتا ہے لیکن سیرت کا مسکین ہوتا ہے۔ کسی کا بچپن معصوم ہوتا ہے مگر جوانی داغدار ہوتی ہے۔ کسی کا ماضی افسوس ناک ہوتا ہے مگر حال تابناک ہوتا ہے۔ کوئی شخصیت تاریخ انسانی میں ایسی نہیں کہ جس کو ہر اعتبار سے مثالی کہا جائے، اس کو کامل انسان قرار دے سکے، مگر یہ امتیاز صرف آپ ﷺ کو حاصل ہے ان کو ہم مثالی کہہ سکتے ہیں، انہیں ہم انسان کامل قرار دے سکتے ہیں۔ ان کی زندگی کی ہر پہلوں درخشاں اور بے مثال، ان کی ماضی بھی قابل رشک تھی اور مستقبل بھی قابل تقلید، جوانی ہر داغ دھبے سے پاک۔ حسن وصورت کا یہ حال تھا کہ دیکھنے والے پکار اٹھے کہ کسی آنکھ نے آپ سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا اور نہ کسی ماں نے آپ سے خوبصورت جنا ہے۔ آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ بنانے والے نے آپ کو ویسا ہی

بنادیا جیسا آپ چاہتے تھے۔

آپ ﷺ ایک دو نہیں، گیارہ بیویوں کے شوہر تھے۔ ہر بیوی آپ پر جان نثار تھی اور آپ سے جدائی کسی قیمت پر گوارا کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ ازواج مطہرات کے قبیلے اور خاندان مختلف تھے۔ عمریں اور مزاج بھی مختلف تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی عمروں، مزاجوں اور خاندانوں کے تفاوت کے باوجود ان میں انصاف بھی کیا اور ان کے ازدواجی حقوق بھی ادا کیے اور لاکھوں انسانوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام بھی پہنچایا۔ آپ ﷺ گیارہ ازواج مطہرات کے شوہر بھی تھے، باپ بھی تھے، داعی اور مبلغ بھی تھے، مربی اور معلم بھی تھے، جج اور قاضی بھی تھے۔ مصلے پر امامت بھی کی، منبر پر خطابت بھی کی اور میدان کارزار میں قیادت بھی۔ ان ڈھیر ساری ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیا۔ پہلی اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس کے داخلی اور خارجی، انتظامی اور عسکری شعبوں کو فعال کیا۔ 27 غزوات میں بنفس نفیس حصہ لیا۔ لاکھوں مربع میل کے علاقے میں اسلامی پرچم بلند کیا۔ مگر صرف ہزار کے لگ بھگ گردنیں کاٹی گئیں، جن میں مسلمان بھی شامل ہیں اور غیر مسلم بھی، جبکہ آپ کی نبوت کا انکار کرنے والوں کی ماضی قریب میں برپا کردہ ایک جنگ میں مقتولین کی تعداد لاکھوں میں تھی، جبکہ دوسری جنگِ عظیم میں کروڑوں میں تھی۔ ان جنگوں میں انسانوں کے مسائل میں اضافہ ہوا فائدہ کچھ بھی نہ ہوا، مگر آپ ﷺ کے 27 غزوات نے دنیا کا مستقبل بدل دیا۔

اسلام میں آزادی اظہار رائے کی حدود قیود

ابتدائے افرنیش سے انسان اپنے آپ کو آزاد کرانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ انسان کی فطرت میں حصول آزادی کے لیے ایک تڑپ موجود ہے۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے جہاں دیگر بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں، وہیں انسان کو اصل اور حقیقی آزادی سے نوازا ہے۔ انسان کو دیگر مخلوقات کی بندگی اور غلامی سے آزاد کر کے حقیقی پروردگار اور معبود برحق کی عبادت کی دعوت دی ہے۔ ساتھ ہی اسے سمجھایا ہے کہ دنیا کی ساری چیزیں اس کے فائدے کے لیے تخلیق کی گئی ہیں۔ لہٰذا ان کا بندہ بننے کی بجائے ان سے فائدہ اٹھاؤ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ[16]

"کیا تم دیکھتے نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر اور تابع کی ہیں وہ سب کچھ جو زمین میں ہیں اور وہ کشتیاں

جو سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہیں اور آسمان کو اس نے اپنے اذن سے زمین کے اوپر قائم کر رکھا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت کرنے والا اور رحم والا ہے۔"

انسان چونکہ حیوان متفکر ہے اس لیے کہ وہ ہر چیز کے متعلق سوچتا اور اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے، چنانچہ اپنی رائے کے اظہار کے لیے بھی وہ آزادی چاہتا ہے، لیکن بعض اوقات اس آزادی کا غلط فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک انسان اپنے نفس کی خوشی کے لیے دوسرے انسانوں کی عزت وآبرو پر حملہ آور ہو جاتا ہے جو کسی بھی انسانی معاشرے میں ناپسندیدہ اور مبغوض ہے۔ شریعت اسلامی نے ایک مسلمان کے جان ومال کو دوسروں پر حرام قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده[17]

" مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

چنانچہ ایسی بات جس کی پوری تحقیق نہ کی گئی ہو، اس کو بیان کرنے سے شریعت نے سختی سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع[18]

" آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ جو بات سنے اسے (بلا تحقیق) بیان کرتا پھرے۔"

اسلام نے انسان کی اس آزادی کو شتر بے مہار نہیں چھوڑا ہے، بلکہ اس کے لیے کچھ حدود وقیود مقرر کی ہیں ، کیونکہ اگر اس کے لیے کوئی حد مقرر نہ ہو تو دوسرے لوگوں کی عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اظہار رائے کی آزادی سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی شخص کھل کر اپنا نقطہ نظر بیان کرنے، سوال اٹھانے، اختلاف رائے اور تنقید کرنے کا حق رکھتا ہے، لیکن کسی دوسرے کی تذلیل اور کردار کشی کرنے اور دوسروں پر اتہامات لگا کر اس کو نقصان پہنچانے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔ اظہار رائے کی آزادی میں نقد کا حق تو درست ہے، لیکن یہ خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ جہاں تنقید کی حد ختم ہوتی ہے وہی سے اہانت وتذلیل کی سرحد شروع ہو جاتی ہے اور ناحق کسی کی توہین کرنا ہر معاشرے میں برا عمل گردانا جاتا ہے۔ کسی کی عزت کو داغدار کرنے، کسی کی توہین وتحقیر اور تذلیل کرنے، کسی کے مذہب، مسلک، فرقے اور کسی کی محترم شخصیت پر انگلی اٹھانے کو رائے کی آزادی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ آزادی رائے کے اخلاقی حق کی کھلی خلاف ورزی اور ان کی شعوری پستی کا منہ بولتا ثبوت ہے[19]۔

مغربی ممالک اور آزادی اظہار رائے کے حدود و قیود

اہل مغرب جو اپنے معاشرے کو مہذب اور آزاد خیال سمجھتے ہیں، لیکن وہاں بھی اظہار رائے کی حدیں مقرر ہیں۔ جیسا کہ یہ بات واضح ہے اور سب لوگوں کے علم میں ہے کہ یورپ میں ہولوکاسٹ کے بارے میں جرح کرنے پر سزا دی جاتی ہے۔اس کے علاوہ ڈنمارک کے کریمنل کوڈ کے سیکشن 140 کے مطابق ہر وہ شخص جو ملک میں قانونی طور پر مقیم کسی فرد یا کمیونٹی کے مذہب، عبادات اور دیگر مقدس علامات کی تضحیک کرے گا، اسے کم از کم 6 ماہ کی سزا ہو سکتی ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ لوگ اور ان کی میڈیا اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور قرآن کے خلاف گمراہ کن باتیں پھیلاتے ہیں، تو ان کو آزادی اظہار رائے کا نام دیا جاتا ہے۔ لیکن جب مسلمانوں کی طرف سے اس پر احتجاج کیا جاتا ہے، تو کہتے ہیں کہ ہر شخص کو آزادی حاصل ہے کہ وہ جو لکھے، آپ کو کسی پر قدغن لگانے کا ہر گز اختیار نہیں ہے۔ لیکن یہی معاملہ ان کے ساتھ پیش آئے، ان کے مفادات پر آنچ آئے تو اس حق کو پھر برداشت نہیں کر سکتے[20]۔

ان مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ جہاں اہل مغرب کے مفادات کو نقصان پہنچتا ہے، وہیں رائے کی آزادی پر قدغن لگائی جاتی ہے۔ لیکن جہاں اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ، قرآن اور اسلامی شخصیات کی توہین کرنا مقصود ہو تو وہیں سب کو رائے کی آزادی ہوتی ہے۔ مغربی ممالک گستاخانِ رسول ﷺ اور اسلامی اقدار کی بے حرمتی کرنے والوں کے پشت پناہ بن جاتے ہیں، یہی چیز ان کے دوغلے پن اور دوہرے معیار کو ظاہر کرتی ہے۔

قرآن مجید اور اظہار آزادیٔ رائے

قرآن مجید میں حریت فکر کی دعوت دی گئی ہے، لیکن اس حریت کو نہ تو اتنا عام رکھا گیا ہے کہ ہر حد توڑ دی جائے اور نہ ہی اتنا مقید کیا گیا ہے کہ فکر اور رائے کی آزادی کلیتاً سلب ہو کر رہ جائے، بلکہ ایک معتدل اور جامع راستہ بتایا گیا ہے۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ اس مقالہ کے اولین مخاطب مسلمان ہیں، اس لیے قرآن کریم اور حدیث میں آزادیٔ اظہار کے بارے میں تعلیمات کو مقدم کیا گیا ہے، جبکہ غیر مسلم افراد کے لیے چونکہ قرآن کریم کو اصل قرار نہیں دیا جا سکتا، اس لیے عالمی قوانین کی روشنی میں اظہار رائے کی حدود و قیود کے عنوان کے تحت تفصیلی بحث کی گئی ہے تاکہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کو اس بارے میں ان کے معتقدات کی روشنی میں حریت فکر کی حدود و قیود سے آگاہی حاصل ہو سکے۔

اظہار آزادیٔ رائے کے قرآنی اصول

1. اصول

اظہار رائے کی آزادی اسلام دیتا ہے، مگر اس میں ادب کی پہلو کو ملحوظ رکھا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اظہار آزادی رائے کے لیے سب سے پہلے یہ شرط عائد کی گئی کہ کسی بھی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی نہ کی جائے، البتہ وہ اجازت دیں تو پھر حرج نہیں، اسی طرح آواز میں ادب کا لحاظ رکھنے کے لیے اپنی آواز پست کر کے نبی کریم ﷺ سے بات کرنی چاہیئے کسی کی آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند نہ ہو، چنانچہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ[21]

"اے ایمان والوں! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوبے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔"

قبیلہ بنو تمیم میں حاکم مقرر کرنے کے بارے میں ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان رائے دینے میں اختلاف ہو کر آوازیں دربار رسالت میں بلند ہوئیں، تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئیں۔اس میں یہ تعلیم دی گئی کہ رائے دہی ہر انسان کا بنیادی حق ہے، تاہم اس میں آپ ﷺ سے آگے بڑھنا اور آداب کی بجاآوری نہ کرنا انتہائی نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔

2. اصول

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لا تَشْعُرُونَ[22]

"اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ بلند آواز سے گفتگو کرنا، ظاہراً بے باکی اور لاپرواہی ہے اور یہ ایک قسم کی بے تکلفی بھی ہے جو عام طور بے تکلف دوستوں کے درمیان ہوتی ہے، لیکن نبی کریم ﷺ کی شان اقدس اس بات سے بہت بلند تر ہے۔اس لیے آپ ﷺ کے سامنے بے تکلفی اور بے باکی گستاخی کے زمرے میں آتی ہے، چونکہ صحابہ کرام تو نبی مہربان ﷺ کے تابع اور شاگرد تھے اور استاد وشاگرد میں ادب واحترام کارشتہ ہوتا ہے، چنانچہ اگر شاگرد اپنے استاد کے سامنے جہر، بے باکی اور لاپرواہی کے انداز میں گفتگو کرے تو یہ بات معلم کے لیے ناگوار اور باعث ایذا ہوتی ہے، اس لیے جہر سے نبی کریم ﷺ

کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت و تکلیف دینا ایک ایسا فعل ہے کہ اس سے تمام نیک اعمال برباد ہو جائیں گے اس لیے اس فعل سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے۔

3. اصول

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُوْلَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ[23]

"جو لوگ پیغمبر خدا کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں خدا نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزما لئے ہیں۔ ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے ۔"

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام آزادیٔ اظہار رائے میں جن اصول کو ملحوظ رکھتے تھے ان میں بنیادی پہلو یہی ہے کہ وہ اپنے آواز کو نبی کریم ﷺ کے آواز کے مقابلے میں پست رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان دلوں کو مرکز تقویٰ قرار دیا اور دنیا و آخرت میں ان کے لیے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ دلایا۔

4. اصول

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاء الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لا يَعْقِلُونَ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[24]

"جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کئے رہتے یہاں تک کہ تم خود نکل کر ان کے پاس آتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔ اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے۔"

اظہار رائے کے لیے مناسب وقت اور متعلقہ موقع کا انتظار ضروری ہے جس کے لیے عقلمندی اور دانشمندی کا مظاہرہ لازمی ہے، یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو نام لے کر پکارا ان کے بارے میں قرآن کریم میں عتاب نازل ہوا۔

5. اصول

کثرت رائے کے مقابلے میں نبی کریم ﷺ کی رائے آئی، تو اس صورت میں دنیوی اور اخروی بہتری کے لیے کثرت رائے پر عمل نہیں کیا جائے گا، بلکہ پیغمبر ﷺ کی رائے کو ہی ترجیح حاصل ہو گی، چنانچہ اس بارے میں قرآن کریم رہنمائی کرتے ہوئے گویا ہے:

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُوْلَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ[25]

"اور جان رکھو کہ تم میں خدا کے پیغمبر ﷺ ہیں۔ اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن

خدا نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا۔ یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔"

نبی کریم ﷺ کی اطاعت میں دنیا جہاں کی کامیابی ہے اور آپ ﷺ کی خلاف ورزی سے مختلف مصائب اور پریشانیاں پیدا ہو سکتی ہیں، چاہے یہ خلاف ورزی دنیوی معاملے میں کیوں نہ ہو۔ اسی طرح رائے دہی میں اپنی رائے کی قبولیت پر اصرار بہت سے برائیوں کو جنم دے سکتا ہے، اگرچہ بظاہر مصلحت کے خلاف نظر آ رہا ہو، مگر رائے دہندہ کو اپنی رائے پر عمل کرانے کے لیے بار بار کہنا نقصان کی صورت اختیار کر سکتی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ اگر عوام کی رائے پر چلیں گے تو خود عوام پر فی الوقت یا آئندہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

6. اصول

آزادیٔ رائے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ "صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" میں مکمل رہنمائی فرمائی کہ زندگی کے اعمال، افعال اور آراء کے لیے مسلمانوں کا لائحہ عمل رجال اللہ ہیں، جن کی پہچان یہ ہے کہ یہ ہر زمانے میں نیکوکار انبیاء، صلحاء، شہداء اور اولیاء کرام کا گروہ ہے، اسی طرح جو لوگ ان کی پیروی اور اتباع کریں وہ بھی ان میں داخل ہوں گے۔ جب کہ دوسری علامت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشان بنے ہوئے یہود کے اعمال کا متبع نہ ہوں اور یہود کے بعد عیسائیوں کی طرح گمراہ فرقوں میں بٹے ہوئے لوگوں کی نقش قدم پر نہ چلیں، ایسے ہی بت پرست مشرکین کا نہ مانیں تو ان لوگوں کی آراء درست ہوں گی۔

یہودیوں کے عقائد و اعمال اور ان کے آراء کی وضاحت کے لیے سورۃ البقرہ میں ان کے قبائح ذکر کر کے تفصیل سے بات کر دی گئی کہ یہودیوں میں سب سے بڑی خرابی آزادیٔ اظہار رائے کے لیے فطری مقرر کردہ اصول وضوابط کی خلاف ورزی ہے، جن میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی قدر اور تعظیم شامل ہیں، چنانچہ فرمایا:

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ[26]

"اور ان لوگوں نے خدا کی قدر جیسی جاننی چاہیئے تھی نہ جانی۔ جب انہوں نے کہا کہ خدا نے انسان پر (وحی اور کتاب وغیرہ) کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ کہو جو کتاب موسیٰ لے کر آئے تھے اسے کس نے نازل کیا تھا جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی

اور جسے تم نے علیحدہ علیحدہ اوراق (پر نقل) کر رکھا ہے ان (کے کچھ حصے) کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو۔ اور تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ کہہ دو (اس کتاب کو) خدا ہی نے (نازل کیا تھا) پھر ان کو چھوڑ دیا کہ اپنی بیہودہ بکواس میں کھیلتے رہیں۔"

اظہار رائے کی آزادی اگر اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مقابلے میں آ جائے تو گمراہی کا سبب بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہود نے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے بعد کہ محمد ﷺ ہی نبی آخر الزمان ہوں گے، اپنی ذاتی آراء کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں ترجیح دی، سو مغضوب ہو گئے۔ ارشاد باری ہے:

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ[27]

"خدا نے ان لوگوں کا قول سن لیا ہے جو کہتے ہیں کہ خدا فقیر ہے۔ اور ہم امیر ہیں۔ یہ جو کہتے ہیں ہم اس کو لکھ لیں گے۔ اور پیغمبروں کو جو یہ ناحق قتل کرتے رہے ہیں اس کو بھی (قلمبند کر رکھیں گے) اور (قیامت کے روز) کہیں گے کہ عذاب (آتش) سوزاں کے مزے چکھتے رہو۔"

درج بالا آیت کریمہ میں یہودیوں کی ایک سخت گستاخی پر تنبیہ اور سزا کا ذکر کیا گیا ہے، جس کا واقعہ یوں ہے کہ جب آپ ﷺ نے زکوٰۃ و صدقات کے بارے میں احکام قرآن سے بیان فرمائے تو گستاخ یہود کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ فقیر و محتاج ہو گئے اور ہم مالدار ہیں جبھی تو ہم سے مانگتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس بیہودہ قول کے موافق ان کا اعتقاد تو نہ ہو گا، مگر آپ ﷺ کی تکذیب کے لیے کہا ہو گا۔ جو شخص یہ ایمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا خالق اور مالک ہے اس کو ان لایعنی اور لغو الفاظ سے کبھی شبہ نہیں ہو سکتا جو گستاخ یہودیوں کے اس قول میں ہے، اس لیے قرآن کریم نے اس لغو شبہ کا جواب نہیں دیا۔

احادیث مبارکہ اور آزادیٔ اظہار رائے

نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں بھی آزادی اظہار رائے کی ترغیب دی گئی ہے، لیکن یہ آزادی حدود شرعی کے اندر ہو گی یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے پیش قدمی نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ اگر کوئی کسی ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہے گا تو گویا یہ افضل جہاد قرار دیا گیا ہے۔ آپ ؐ کا ارشاد ہے:

«أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ، أَوْ أَمِيرٍ جَائِرٍ[28]»

"ظالم بادشاہ یا ظالم امیر کے سامنے حق بات کہنا افضل جہاد ہے۔"

اگر نبی کریم ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کو سامنے رکھا جائے تو اس سے اسلام کے عالمی حقوق انسانیت کا منشور نظر کے سامنے آجاتا ہے، لیکن یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ اسلام آزادی کے نام پر دوسروں کے حقوق پر حملہ کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتا، بلکہ جو لوگ دوسروں کے حقوق پامال کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان سے نمٹنے کا حکم بھی دیتا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ بات سمجھاتا ہے کہ اس دنیا کی حکومت واقتدار کے تم صرف امین ہو، اصل حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور تم سب نے اس کے احکام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اپنی رعایا کے سامنے جواب دہی کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ آزادی اس قدر تھی کہ ایک شخص کھڑا ہو کر یہ سوال بھی کرتا ہے کہ مالِ غنیمت میں جو چادریں آئی تھیں، وہ سب میں برابری سے ایک چادر تقسیم ہوئی، لیکن آپ تو قد کے لمبے ہیں، ایک چادر سے آپ کا پورا لباس نہیں بن سکتا تھا اور حال یہ ہے کہ آپ نے پورا لباس پہن رکھا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ آپ نے اپنے حصے سے زائد وصول کیا ہے اور خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں؟ اس پر امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ وضاحت کے لیے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بلاتے ہیں اور وہ وضاحت کرتے ہیں کہ چونکہ ایک چادر سے والد صاحب کا لباس نہیں بن پا رہا تھا اس لیے میں نے اپنے حصے کی چادر بھی آپ کو دے دی۔ اس وضاحت کے بعد وہ شخص مطمئن ہو جاتا ہے۔

انسان کو اس حقیقی آزادی سے آشنا کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کے جانثار صحابہ نے اپنی ساری زندگیاں کھپا دیں۔ ایک موقع پر جب حضرت ربعی بن عامر مشہور ایرانی سپہ سالار رستم کے دربار میں داخل ہوئے تو آپ نے اہل دربار کو یوں پکارا:

> اللَّهُ ابْتَعَثْنَا لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ، وَمِنْ ضيق الدنيا إلى سِعَتِهَا، وَمِنْ جَوْرِ الْأَدْيَانِ إِلَى عَدْلِ الْإِسْلَامِ، فَأَرْسَلَنَا بِدِينِهِ إِلَى خَلْقِهِ لِنَدْعُوَهُمْ إِلَيْهِ، فَمَنْ قَبِلَ ذَلِكَ قَبِلْنَا مِنْهُ وَرَجَعْنَا عَنْهُ، وَمَنْ أَبَى قَاتَلْنَاهُ أَبَدًا حَتَّى نُفْضِيَ إِلَى مَوْعُودِ اللَّهِ[29].

> "اللہ نے ہمیں مبعوث فرمایا ہے تاکہ ہم لوگوں کو بندوں کی غلامی سے آزاد کر کے اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لے آئیں، دنیا کی تنگی سے اس کے وسعت کی طرف، دیگر ادیان کے جور و ظلم سے اسلام کے نظام عدل کی طرف اور ہمیں اس مقصد کے لیے بھیجا کہ ہم اس کی مخلوق کو اس کی طرف دعوت دیں۔ پس جس کسی نے اس دعوت کو قبول کیا تو ہم بھی اسے قبول کر لیں گے اور اس سے مراجعت کر لیں گے اور جس نے انکار کیا، تو ہم ان سے لڑیں یہاں تک کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاوا آجائے۔"

اسلام میں حریت اور آزادی کی بہت بڑی قیمت ہے، لیکن اسلام اس فکری آزادی کو ہر گز برداشت نہیں کرتا جس میں دوسرے انسانوں کی دل آزادی ہو یا دوسرے کے حق پر ڈاکہ ڈالا جائے۔احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ اگر کچھ کہنا ہے تو اچھی اور خیر کی بات کہو یا چپ ہی رہا کرو، فرمایا:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلاَ يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ[30]»

" جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، پس وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، پس اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ پس خیر و بھلائی کی بات کہے یا خاموشی اختیار کرے۔"

لیکن اس کے ساتھ اظہار رائے کی آزادی کے لیے کچھ حدود بھی مقرر کی ہیں، بالخصوص ان معاملات میں جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے کسی بات کا حکم یا فیصلہ دیا گیا ہو، چنانچہ سورۃ الاحزاب میں فرمایا گیا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلالاً مُّبِينًا[31]

"اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب خدا اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔اور جو کوئی خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔"

اسی طرح کسی بھی فیصلے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی کرنے سے منع کیا گیا، ہاں جہاں کہیں پر اپنی رائے استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے، وہیں اظہار رائے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ آیت کریمہ اسلامی آئین کا اصل الاصول ہے اور پھر یہ اصول اسلامی نظامِ زندگی کے سارے میدانوں پر لاگو ہوتا ہے۔ کسی ادارے یا شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی موجودگی میں اپنی رائے پر عمل کرے۔ مسلمان ہونے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے ہوئے ہوتے اپنی آزادانہ آراء سے دستبردار ہو جائیں۔ اگر کوئی اسلام کو اپنا دین بھی کہے اور پھر اختیارات اپنی استعمال کرے، تو یہ دو متضاد رویے ہیں جو ایک معقول انسان میں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، البتہ ایسا دوغلا پن اختیار کرنے والا منافق ہی کہلائے گا۔ لیکن جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے رائے یا فکر کی آزادی کی اجازت دی ہے، وہیں اظہار رائے پیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اسلامی شریعت نے اسلامی معاشرے میں مختلف تنازعات کے حل کے لیے طریقہ یہ مقرر فرمایا:

«البَيِّنَةُ عَلَى المدَّعِي، وَاليَمِينُ عَلَى المدَّعَى عَلَيْهِ»[32]

"جس نے دعوی کیا،اس پر گواہ پیش کرنا لازم ہے جبکہ جو انکار کرے،اس پر حلف یا قسم ہے۔"

اوپر کی مثال میں نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو ایک تنازعے کے حل کا طریقہ سکھایا ہے کہ جو شخص کسی دوسرے شخص پر کوئی دعویٰ کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنے دعوے کے ثبوت کے لیے گواہ پیش کرے اور جو شخص اس دعوے کی تردید کرنا چاہے،اس کو چاہیے کہ وہ قسم کھائے تاکہ مدعی کو اطمینان حاصل ہو۔

اظہار رائے کے حدود و قیود عالمی قوانین کی روشنی میں

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کی تنظیم نے انسانی بنیادی حقوق کے حوالے سے جو مندرجات تیار کیے ہیں ان میں 18 اور 19 نمبر دفعات اظہار آزادی رائے سے متعلق ہیں،ذیل میں وہ بیان کیے جاتے ہیں۔

دفعہ 18: ہر انسان کو آزادی فکر اور آزادیٔ مذہب کا پورا حق ہے۔اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور پبلک میں یا نجی طور پر، تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل جل کر عقیدے کی تبلیغ، عمل، عبادت اور مذہبی رسمیں پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ 19: ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔اس حق میں یہ امر شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرے اور جس ذریعے سے چاہے بغیر ملکی سرحدوں کا خیال کیے علم اور خیالات کی تلاش کرے، انہیں حاصل کرے اور ان کی تبلیغ کرے[33]۔

عالمی سطح پر ایسے قوانین موجود ہین جن کی وجہ سے آزادی اظہار رائے کے نام پر لوگوں کی تذلیل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ دنیا کے کسی بھی معاشرے میں رائے کے اظہار کی ایسی آزادی نہیں دی جاتی اور نہ دی گئی ہے جس سے دوسروں کے جذبات مجروح ہوں۔دنیا میں "آزادی اظہار" کے متعلق محققین کا نظریہ یہ ہے:

> "دنیا کے کسی بھی دستور میں "آزادی مطلق" کا حق نہیں دیا گیا۔یہاں سیکولر ہونے کے دعوے دار اور چند معروف دستوروں کے حوالے دیے جاتے ہیں۔سب سے پہلے فرانس کو لے لیں جہاں اخبارات نے نبی کریم ﷺ کی شان میں اہانت آمیز خاکے شائع کیے ہیں اور اسے "آزادی اظہار رائے" کا اپنا حق قرار دیا ہے۔اس کے آرٹیکل نمبر 1 میں کہا گیا ہے کہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے اور آزاد رہے گا اور سب کو مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔لیکن سماجی حیثیت کا تعلق مفاد عامہ کے پیش نظر کیا جائے گا۔جرمنی کے آئین کے آرٹیکل نمبر 5 میں کہا گیا ہے کہ ہر شخص کو تحریر، تقریر اور اظہار خیال کی

آزادی کا حق حاصل ہے[34]۔ لیکن اس کے ذیلی آرٹیکل نمبر 2 میں واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ حقوق شخصی عزت و تکریم کے دائروں میں رہتے ہوئے استعمال کیے جا سکیں گے۔ امریکی دستور میں بھی مطلق آزادی کا کوئی تصور نہیں، امریکن سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق دستور میں ایسی تحریر اور تقریر کی اجازت نہیں جو عوام میں اشتعال انگیزی یا امن عامہ میں خلل اندازی کا سبب بنے یا اس سے اخلاقی بگاڑ پیدا ہو، ریاست کو ایسی آزادی سلب کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اسی طرح آزادی مذہب کے نام پر توہین مسیح کے ارتکاب کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ یہی حال برطانیہ کا ہے وہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا برطانیہ کے ملکہ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کی اجازت نہیں[35]۔"

دفعہ 18 اور 19 میں رائے کی آزادی، مذہب کی آزادی، مذہب تبدیل کرنے کا حق، اپنی رائے کے آزادانہ اظہار کا حق اور اس کے لیے دعوت و تبلیغ کا حق ہر شخص کا بنیادی حق تسلیم کیا گیا ہے اور اس کی رو سے ارتداد کی شرعی سزا، توہین مذہب اور توہین رسالت کی سزا، غیر مسلموں کا مسلم معاشرہ میں اپنے مذہب کی تبلیغ سے روکنا، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا اور امتناعِ قادیانیت آرڈیننس وغیرہ سب انسانی حقوق کی خلاف ورزی شمار ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے عالمی حلقوں اور لابیوں کی تنقید کا مسلسل نشانہ بنے رہتے ہیں۔

ہر معاشرے میں اظہار رائے کی حدود مقرر ہیں۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں 1966ء کو ایک قرداد پاس کی گئی (ICCPR[36]) جن کے مطابق ضروری ہے کہ کوئی بھی ایسی تقریر و تحریر جو کسی ملک میں رہنے والے کسی بھی فرد یا گروہ کی مذہبی، قومی یا نسلی مخالفت یا دل آزاری کا سبب بنے اور ان کے خلاف نفرت کرے تو ریاست کا فرض ہے کہ اس کو روکے اور اس کے خلاف قانون سازی کرے جبکہ کئی یورپی ممالک میں آزادی اظہار رائے پر بہت سی پابندیاں ہیں۔ بیلجیم میں ایک قانون کے مطابق کسی کو یہ رائے دینے کی اجازت نہیں ہے کہ ہولوکاسٹ نہیں ہوا تھا۔ اگر کوئی کسی بھی بنیاد پر ہولوکاسٹ سے انکار کرنے کی جسارت کرتا ہے تو اس کے لیے قید اور جرمانے کی سزا ہے۔ کنیڈا میں بھی ہولوکاسٹ کے خلاف بات کرنے کی ممانعت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انگلینڈ، فرانس، جاپان، ہالینڈ، ناروے سمیت دنیا کے بہت سے ممالک میں یہ قانون موجود ہے کہ کسی گروہ، نسل، مذہب کی تضحیک و تذلیل یا دل آزادی پر مبنی تقریر نہیں کی جا سکتی۔ بھارت کے آئین کے مطابق بھی کوئی ایسی تحریر یا تقریر جو بھارت کی سالمیت کے خلاف ہو، اخلاق یا مذہب کے خلاف ہو، عوام میں بے چینی پھیلانے کی وجہ یا کسی کی ہتک عزت کا باعث بنتی ہو یا کسی دوست ملک کے خلاف ہو تو اس پر پابندی بھی ہے اور اس پر سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ یورپی ممالک میں ان قوانین کی مشترکہ مندرجات درج ذیل ہیں۔

- جو کوئی خدا کے نام پر دانستہ (قصداً) گستاخانہ اور بے ادبی کے الفاظ کہتا ہے یا خدا کے بارے میں بدزبانی کرتا ہے یعنی گستاخانہ زبان درازی سے کام لیتا ہے۔
- خدا کی ذات، اس کی مخلوق، اس کی مملکت یا حتمی انصاف کرنے والی ہیئت مقتدرہ کو ہدف تنقید بناتا ہے۔
- یسوع مسیح یا مقدس روح کی تضحیک کرتا ہے۔
- مقدس صحیفوں میں درج فرامین کی ہتک اور توہین کرتا ہے، اسے جیل میں قید کی سزا دی جائے گی۔

ذیل میں چند یورپین ممالک کے قوانین کے دفعات ملاحظہ ہوں، جو آزادی اظہار رائے کی آڑ میں مقدس ہستیوں کی توہین کرنے سے متعلق ہیں

Austria: Two sections of the penal code relate to blasphemy:
$ 188: Vilification of Religious Teachings
$ 189: Distrubance of Religious Practice[37]

Germany: Blasphemy is covered by Article 166 of the Strafgesetzbuh, the German Crinimal Law. If a deed is capable of disturbing the public peace, blasphemy is actionable. In 2006, Manfren van H. (Also known as "Manhavo") was prosecuted for Blasphemy[38].

Spain: the article 525 of the penal law in Spain considers "vilification'' of religious "feelings'', "dogma", "beliefs" or "Rituals". This extension to "Dogmas" and "Reliefs" makes it very close to a blasphemy law in practice, depending on the interpretation of the judge.
For instance, in 2012 it has been used to prosecute aa famous artist, Javier Krahe, for a scene (shot 34 years ago, abd lasting just 54 seconds) in a documentary about him[39].

Ireland: Blasphemy is prohibited by the constitution and carries a maximum fine of €25,000. A controversial law was passed on 9 July 2009 and went to effect on 1 January 2010. However in March 2010, it was announced thst there would be a constitutional amendment referendum held about whether or not to maintain the existing prohibition[40].

New Zealand: Section 123 of the Crimes Act 1961 allows for imprisonment up to one year for any one who publishes any "Blasphemouslibel". To date the only prosecution for blasphemous libel in New Zealand has been the case of

John Glover, publisher of The Maoriland Worker (a newspaper) in 1922. Glover was acquitted[41].

آئر لینڈ میں دستور کے مطابق کفریہ مواد کی اشاعت ایک جرم ہے، لیکن بدقسمتی سے آج مغرب میں اظہار رائے کی آزادی صرف اسلام کی توہین کے لیے ہے۔ دنیا میں سینکڑوں کتابیں اور اخباری مضامین شائع ہوئی ہیں جن میں اسلام کو ہدف تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے اور مسلمانوں کے بنیادی عقائد کی تضحیک کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لاتعداد اخباری مقالوں اور مضامین میں اسلام کو بالکل غلط رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جھوٹ اور مبالغہ آمیز کہانیوں پر مبنی مواد اسلام کے حوالے سے پریس میں چھاپا جاتا ہے۔ چند سال قبل ہی ڈنمارک کے اخبار میں پیغمبر اسلام ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کئے گئے جس پر پوری اسلامی دنیا میں بے چینی پھیل گئی اور کئی ممالک میں خون خرابے بھی ہوئے۔ ایک طرف یورپی ممالک ہولوکاسٹ کے منکرین کو سزا دیتی ہے۔ کیا یہ آزادی رائے پر قدغن نہیں ہے؟ یورپی ممالک کے قوانین کے مطابق تمام شہریوں کے حقوق برابر ہیں، لیکن ہولوکاسٹ کے لیے علیحدہ قانون اور مسلمانوں کی مذہبی احترام کے لیے علیحدہ قانون !! کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟ جو لوگ کروڑوں مسلمانوں کی دل آزادی کرتے ہیں، رسالت مآب ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں تو یہی انسانی حقوق کے علمبرداران کے محافظین اور میزبان بن جاتے ہیں۔ اگر دنیا کو تصادم سے بچانا ہے تو مغرب کو آزادی اظہار رائے کے نام پر جو اسلام اور مسلمانوں کی توہین اور تضحیک کی جارہی ہے اسے ہر حال میں روکنا ہوگا۔

حاصل بحث

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام دین فطرت اور کامل نظام حیات ہے، انسانیت کے لیے واحد نجات دہندہ ہے۔ اسلام نے انسان کو حقیقی آزادی دی ہے۔ اسلام نے انسان کو نظریہ، فکر، عقیدہ اور رائے کی آزادی دی ہے، لیکن ان تمام آزادیوں کو اس چیز کا مقید کر دیا ہے کہ وہ عام آداب، اخلاق، فطرت انسانی اور مزاج شریعت کے خلاف نہ ہوں۔

اسلام، انسانی عقل کو مختلف قسم کے اوہام و خرافات سے آزاد کرا کر اسے استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے، کائنات اور آفاق میں غور کرنے پر اکساتا ہے کہ یہ وسیع و عریض کائنات اور موجودات انسان ہی کے لیے مسخر کی گئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ غور و فکر کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ پھر عقیدے کی آزادی بھی اسلام ہی نے دی، بلکہ اس عقیدے کے پرچار اور حفاظت و حمایت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ نبی کریم ﷺ سے جگہ جگہ فرمایا گیا ہے کہ آپ

کو دعوت حق کا پہنچا دینا ہی ہے، آپ توان سب کے لیے تذکیر و نصیحت کرنے والے ہیں، داروغہ نہیں بنائے گئے ہیں۔[42]

ہر فلسفے میں حریت اور آزادی کا ایک تصور اور مفہوم موجود ہے اور فلسفہ اسلامی میں اس کے متعلق بھی اہم وضاحت موجود ہے۔ پس آزادی کا شریعتِ اسلامی میں مطلب یہ بھی ہے کہ ہر عمل پر قدرت ہونا، سوائے اس کے کہ دوسروں کو نقصان پہنچایا جائے۔ کوئی کسی کا غلام یا مملوک نہ رہے اور اپنی آزادی کا حق محفوظ رکھے۔ ہر شخص کو اپنے نفس کی دفاع کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح اپنے فکری رائے میں آزاد ہے۔ اسلام آزادی اظہار کا علمبردار ہے۔ ایسی آزادی رائے جس میں انصاف کا بول بالا ہو اور کسی کی بے حرمتی و بے عزتی نہ ہو، اس لیے ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے کو افضل جہاد قرار دیا گیا ہے۔ لیکن جہاں اظہار رائے کی آزادی کا مقصود کسی کی ہتک ہو، کسی کی دل آزادی ہو تو ایسی اظہار رائے اور بیان سے اسلام منع فرماتا ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں تمسخر اڑانے، برے القاب سے پکارنے، غیبت کرنے اور تجسس لگانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے اور یہ کبائر گناہوں میں شمار ہوتے ہیں۔

اظہار رائے کی آزادی کو مسلم دشمنی کے لیے بطور ہتھیار استعمال کیا جاتا ہے، کیونکہ اکثر ممالک میں ان کے مقدس شخصیات اور قومی چیزوں کی تقدیس کی بات آجائے تو وہاں آزادی اظہار رائے کو پس پشت ڈالا جاتا ہے اور جب پیغمبر اسلام ﷺ اور قرآن کی بے حرمتی کی جاتی ہے تو اسے اظہار رائے کی آزادی کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دیگر ادیان اور مذاہب سیکولرازم اور لادینیت سے شکست کھا چکے ہیں۔ صرف اسلام ہی ایسا دین ہے جو لادینی قوتوں کے سامنے ڈٹا ہوا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ہم اس گہرے تعصب کے وارث ہیں جس کی جڑیں قرون وسطی کے جنگی پروپیگنڈے میں پیوست ہیں، اب اس کا وسیع پیمانے پر اعتراف کیا جانا چاہیئے۔ تقریباً آٹھویں صدی عیسوی میں عیسائی یورپ نے اسلام کو اپنا دشمن سمجھنا شروع کیا جو عسکری اور روحانی حلقہ اثر میں اس کے لیے خطرہ تھا۔ اسی مہلک خوف کے زیر اثر عیسائی دنیا نے اپنے اعتقاد کو سہارا دینے کے لیے اپنے دشمن کو ممکنہ حد تک انتہائی ناپسند نظر سے پیش کیا۔ حتی کہ بیسویں صدی کے دوسرے نصف میں بھی ان کے کچھ اثرات باقی ہیں۔ اسلام کے بارے میں ہمارا رویہ مجموعی طور پر غیر جانبدارانہ نہیں ہے۔ کسی حد تک اب بھی ہم عہد وسطیٰ کے جنگی پروپیگنڈے کے زیر اثر ہیں[43]۔

مغرب میں اظہار رائے کی آزادی پر پابندی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ابو غریب جیل یا گوانتانامو بے جیل سے رہائی پانے والے لوگوں کی آپ بیتیاں شائع کرنے پر پابندی لگادی گئی ہے، کیونکہ اس صورت میں امریکن اور یورپی ممالک

کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے آجائے گا اور یہ کہ ان جیلوں میں انسانیت سوز مظالم کا شکار بھی مسلمان ہیں۔ اسلامی احکامات میں جن چیزوں کے متعلق حلال کا حکم ہے وہ حلال ہیں اور جن کے متعلق حرام کا حکم ہے وہ حرام ہیں اور جن کے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی ہے اس میں انسان کو آزادی گئی ہے۔ عرف جو اسلام کے اصول فقہ میں اہم حیثیت رکھتا ہے یہ بھی اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اسلام ہر اچھی روایت اور عمدہ بات کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ النساء 4: 163

2 سورۃ النساء 4: 164

3 سورۃ النساء 4: 165

4 سورۃ النساء 4: 80

5 سورۃ الم نشرح 94: 4

6 سورۃ الکوثر 108: 3

7 سورۃ النور 24: 63

8 سورۃ الاحزاب 33: 57

9 سورۃ سبا 34: 28

10 سورۃ الانبیاء 21: 107

11 سورۃ القلم 68: 4

12 بیہقی، احمد بن الحسین، السنن الکبری (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1424ھ) باب بیان مکارم الاخلاق، حدیث (20782)

13 امام بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ) کتاب المناقب، باب صفۃ النبی، حدیث (3559)

14 امام حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1990ء) کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، ومن کتاب آیات رسول اللہ ﷺ التی ہی دلائل النبوۃ، حدیث (4242)

15 امام مسلم، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم (بیروت: در طوق النجاۃ (س۔ن)) کتاب الزکاۃ، باب اعطاء من سال بفحش وغلظۃ، حدیث (1057)

16 سورۃ الحج 22: 65

17 صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ، حدیث (10)

18 صحیح مسلم،، باب نہی عن الحدیث بکل ما سمع، حدیث (2)

19 Encyclopedia Britaninica 2012

20 ڈاکٹر اجمل فاروقی، امریکی یہودی لابی کا آزادی اظہار (ماہنامہ، بینات، ستمبر 2010ء) جلد 73، شمارہ 9

21 سورۃ الحجرات49: 1

22 سورۃ الحجرات49: 2

23 سورۃ الحجرات49: 3

24 سورۃ الحجرات49: 4- 5

25 سورۃ الحجرات49: 7

26 سورۃ الانعام6: 91

27 سورۃ آل عمران3: 181

28 ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابوداؤد (بیروت: مکتبہ العصری صید (س-ن)) کتاب الملاحم، باب الامر والنہی، حدیث (4344)

29 ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1988ء) 7: 46

30 صحیح البخاری، کتاب الادب، باب: من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ، حدیث (6018)

31 سورۃ الاحزاب33: 36

32 امام ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی (مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، 1395ھ) ابواب الاحکام، باب ماجاء فی ان البینۃ علی المدعی، والیمین علی المدعی علیہ، حدیث (1341)

33 United nation's human's rights charter (http//:www.hrc.org).

34 www.un.org/webcast/unhrc/

35 مولانا سلیم اللہ خان، روزنامہ "اسلام" ذی الحجہ 1431ھ/ دسمبر 2010ء، ص: 25- 27

36 ICCPR:International Covenant on Civil and Political Rights.http:// www.na.gov.pk

37 http//:en.wikipedia.org/wiki/blasphemy_law#cite_Note 01

38 http//:en.wikipedia.org/wiki/blasphemy_law#cite_Note 14

39 http//:en.wikipedia.org/wiki/blasphemy_law#cite_Note 61

40 http//:en.wikipedia.org/wiki/blasphemy_law#cite_Note 25

41 http//:en.wikipedia.org/wiki/blasphemy_law#cite_Note 41

42 سورۃ الکہف18: 29، سورۃ الغاشیۃ88: 21- 22، سورۃ البقرۃ2: 256

43 مولانا سلیم اللہ خان، سہ روزہ "اسلام" 2تا4 دسمبر 2010ء